ابن حزمؒ کی طرف سے ضعیف اور باطل شمار کئے گئے صحیح مسلم کی بعض احادیث کا تحقیقی جائزہ

Analytical Study of some Wrong and Invalid Ahādiths of Sahih Muslim Considered by Ibne Hazm

Dr. Hidayat Khan
Associate Professor, Department of Sharia, AIOU, Islamabad,
Hidayat.khan@aiou.edu.pk

Dr. Abdul Qadoos,
Associate Professor, Department of Islamic Studies, University of Bannu
drabdulqadoos2004@gmail.com

Abstract

It is well known that Sahih Muslim is one famous and prestigious book of Ahādith. The majority of Muslim Ummah has accepted Sahih Bukhari and Sahih Muslim as the bests. The saying and texts of the Islamic scholars are clear evidence of this. Even there is an unavoidable increasing in the number of people who are arguments that there is no invalid and feeble hadith in Sahih Muslim. Although there are some scholars who disapprove of this arguments and criticize it in terms of text and Sanad (chain of narration). One of these Islamic scholars is Ibne Hazm al-Zahari, a famous and renowned scholar who is also criticize some hadiths declaring them invalid and feeble. In this article, we will discuss some hadith of Sahih Muslim which are considered wrong and invalid by Ibne Hazm in sense of their texts and Sanad. This discussion is based on in the light of the sayings, arguments and opinions of the Islamic scholars. To what extent the objections and doubts made by Ibne Hazm are true and factual.

Keywords: Qurā'n , Ahādith., Sahih Muslim, Ibne Hazm, Text, Criticism

اس میں کوئی شک نہیں کہ کتب اَحادیث میں صحیح بخاری کے بعد صحیح مسلم کا بھی ایک امتیازی مقام اور مرتبہ ہے۔ مسلمانوں کی طرف ان دونوں کتابوں کو "صحیحین" کے نام سے یاد کرنا اور جاننا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ صحیح مسلم کو بھی صحیح بخاری کی طرح ایک امتیازی مقام ملا ہے جیسا کہ علماء کرام اور محدثین عظام کے اقوال اور نصوص اس بات کی واضح دلیل ہے۔ چنانچہ امام نوویؒ لکھتے ہیں: علماء امت کا قرآن کریم کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب "صحیحین" یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ہونے پر اتفاق ہے۔[1]

ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: قرآن کریم کے بعد صحیح بخاری اور صحیح مسلم جیسے مشہور اور معروف حدیث کی کتابوں سے زیادہ صحیح اور معتبر کوئی

کتاب نہیں، لیکن یہ اور بات ہے کہ امام بخاریؒ اس فن میں امام مسلمؒ سے زیادہ ماہر اور تجربہ کے مالک ہیں، اس لئے یہ دونوں حضرات (امام بخاریؒ، امام مسلمؒ) کسی ایسی حدیث پر اتفاق نہیں کرتے جو صحیح نہ ہو۔[2]

امام عینیؒ فرماتے ہیں: مشرق اور مغرب کے علماء قرآن کے بعد بخاری اور مسلم کے صحیح ہونے پر متفق ہیں۔[3]

امام شوکانیؒ لکھتے ہیں: صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یا ان دونوں میں سے کسی ایک میں کسی حدیث کا موجود ہونا اور اس کو دلیل کے طور پر ذکر کرنا یا ان سے دلیل لینا بغیر کسی تحقیق اور تنقیح کے جائز اور درست ہے۔ کیونکہ ان دونوں اماموں نے اپنی تصنیفات میں صحیح اَحادیث کو جمع کرنے کا التزام کیا ہے اور صحیح روایات کو ہی ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ علماء امت محمدیہ نے صحیحین کی روایات کو اتفاق سے قبول کیا ہے۔[4]

ابن حزم الأندلسیؒ کے سامنے کسی نے کتب احادیث میں سب سے زیادہ صحیح اور مستند کتاب، امام مالکؒ کی "المئوطا" ہونے کا ذکر کیا، اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ صحیح اور مستند کتاب "المئوطا امام مالک" نہیں بلکہ سب سے معتبر کتابیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہیں۔[5]

اس میں کوئی شک نہیں کہ ابن حزمؒ کا شمار فقہ، اصول فقہ اور علم الحدیث میں مہارت اور امتیازی مقام رکھنے والے علماء میں ہوتا ہے۔ آپ کی بہت ساری تصنیفات ہیں لیکن ان میں سب سے زیادہ شہرت "المحلی" اور "الاحکام فی اصول الاحکام" کو ملی۔ المحلی، فقہ کی کتاب ہونے کے ساتھ ساتھ حدیث کی بھی ایک جامع کتاب ہے۔

جس میں آپ نے دیگر فقہی مذاہب کے مسائل کا تقابلی مطالعہ بہترین اسلوب کیساتھ بیان کیا ہے۔ یہ کتب چونکہ عربی زبان میں تھی اس لئے اس کا اردو زبان میں ترجمہ چار جلدوں میں پاکستان سے ہو چکا ہے۔۔

ابن حزمؒ کا شمار علم الجرح والتعدیل کے معتبر ائمہ میں بھی ہوتا ہے۔ آپ نے بہت سے فقہاء اور محدثین پر تنقید کی ہے۔ اس لیے ان کے ہم عصر علماء اور اسی طرح ان سے پہلے گذرے اہل علم حضرات میں سے کم ہی آپکی تنقید اور جرح سے محفوظ رہے ہیں حتیٰ کہ ابو العباس ابن العریف نے فرمایا: کہ ابن حزمؒ کا قلم اور حجاج کی تلوار دونوں جڑواں ہیں۔[6]

ابنِ حزم رحمہ اللہ نے اولیاپرستی، قبر پرستی تصوف کے عقائد، دیگر بدتوں اور علم نجوم کو بھی ہدف تنقید بنایا۔ اس نے عیسائیوں اور یہودیوں کے عقائد سے بھی بیزاری کا اظہار کیا ہے۔ ابن حزم رحمہ اللہ کا شمار بھی مجتہدین میں ہوتا ہے وہ تقلید کو حرام قرار دیتے ہیں اور وہ کسی ایک امام کے بھی تابع اور پیروکار نہ تھے، نہ تو امام احمد کے اور نہ ہی کسی دوسرے امام کے، بلکہ وہ اپنے دور اور اب تک کے اہل ظاہر کے امام تھے، ہو سکتا ہے ان کو امام احمد کی طرف منسوب کرنا (اگر یہ صحیح ہو) عقیدہ اور توحید کے مسائل میں ہے، اس پر کہ اس کے ہاں اسماء وصفات میں بہت ساری مخالفات پائی جاتی ہیں. اس سلسلے میں الشیخ محمد ابزہرہ کی کتاب۔ "حیات امام ابن حزم"۔ بڑے معرکے کی کتاب ہے۔ اس کتاب کو پروفیسر احمد حریری نے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔

ابن خلکان نے ابن حزم کے بارے میں لکھا ہے: کہ آپ نے بہت سے متقدمین علماء پر جرح کی ہے بہت ہی کم اہل علم آپکی تنقید اور جرح سے محفوظ رہ گئے ہونگے۔[7]

ابن حجر، ابن حزمؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

وكان واسع الحفظ جدا إلا أنه لثقة حافظت كان يهجم كالقول في التعديل والتخريج وتبين أسماء الراوة فيقع له من ذلك أوهام شنيعة۔[8]

وقال الحميدي كان (ابن حزم) حافظا للحديث مستنبطا للأحكام من الكتاب والسنة متفننا في علوم جمة عاملا بعلمه ما رأينا مثله فيما اجتمع له من الذكاء وسرعة الحفظ والتدين وكرم النفس وكان له في الأثر باع واسع وما رأيت من يقول الشعر أسرع منه۔[9]

ابن حجر لکھتے ہیں: کہ ابن حزمؒ کو معیوب کرنے والی چیز یہ تھی کہ آپ علماء متقدمین پر بہت ہی سخت اور نا مناسب الفاظ میں جرح وتنقید اور رد کیا کرتے تھے۔[10]

ابن حزمؒ نے اپنی تصنیفات میں صحیح مسلم کی بعض روایات پر متن، سند اور راوی کے حوالے سے اعتراضات کرکے ان کو ضعیف اور باطل شمار کرکے رد کیا ہے۔ ابن حزمؒ کے علاوہ اور بھی متقدمین علماء نے اور اسی طرح عصر حاضر کے بہت سارے علماء نے صحیح مسلم پر کئی پہلو سے اعتراضات کرکے انکی اَحادیث کو مشکوک بنانے کی بھرپور کوشش کی ہیں۔ چنانچہ بعض روایات کو قرآن کریم کے آیات کریمہ کے مخالف ہونے کی بناء پر، بعض اَحادیث کو مشہور سنت کے مخالف، بعض کو عقلی حقائق کے منافی، جبکہ بعض احادیث کو شرعی اصولوں کے منافی قرار دے کر ضعیف شمار کئے ہیں۔ ہم اپنے اس مقالے میں صحیح مسلم کی وہ احادیث جن کو ابن حزمؒ نے سند اور متن میں شبہات کی بناءپر ضعیف شمار کرکے رد کیا ہے ان پر علماء کے اقوال، آراء اور دلائل کی روشنی میں تحقیقی تبصرہ کریں گے کہ ابن حزمؒ کی طرف سے کئے گئے اعتراضات کس حد تک درست اور حقیقت پر مبنی ہیں۔ اگر انکے اعتراضات درست ہیں تو صحیح مسلم کی ان احادیث کے بارے میں دیگر علماء کی کیارائے ہے اور ان احادیث کاان اعتراضات کے ہوتے ہوئے کیاحیثیت اور مقام ہے۔

حديث 1- عن ابن عباس، قال: كان المسلمون لا ينظرون إلى أبي سفيان ولا يقاعدونه، فقال للنبي صلى الله عليه وسلم: يا نبي الله ثلاث أعطنيهن، قال: نعم قال: عندي أحسن العرب وأجمله، أم حبيبة بنت أبي سفيان، أزوجكها، قال: نعم قال: ومعاوية، تجعله كاتبا بين يديك، قال: نعم قال: وتؤمرني حتى أقاتل الكفار، كما كنت أقاتل المسلمين، قال: نعم قال أبو زميل: ولولا أنه طلب ذلك من النبي صلى الله عليه وسلم ما أعطاه ذلك، لأنه لم يكن يسأل شيئا إلا قال: نعم.[11]

ابن عباس رضی اللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: کہ مسلمان نہ ابوسفیان رضی اللہ کی طرف التفات کرتے تھے اور نہ ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے۔ اس پر انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! آپ میری تین چیزوں کے بارے میں درخواست قبول فرمائیں۔ آپ نے جواب دیا کہ جی فرمائیں- ابوسفیان نے کہا کہ میرے پاس عرب کی سب سے حسین وجمیل خاتون ام حبیبہ بنت ابی سفیان ہے (یعنی میری بیٹی) میں

اس کو آپکی زوجیت میں دیتا ہوں- آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں" ابو سفیان نے کہا کہ میرے بیٹے معاویہ کو اپنے پاس حاضر رہنے والا کاتب بنا دیں- آپ نے فرمایا "ہاں" پھر فرمایا کہ آپ مجھے کسی لشکر کا امیر بھی مقرر کر دیں تا کہ میں کفار کے خلاف بھی ایسا ہی لڑو جیسے مسلمانوں کے خلاف لڑ تا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں"- ابو زمیل نے فرمایا کہ اگر وہ رسول اللہ ﷺ سے اس کا مطالبہ نہ کرتے تو آپ خود سے عنایت نہ فرماتے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے جب کوئی چیز نہیں مانگی جاتی تھی مگر یہ کہ آپ ہاں ارشاد فرماتے تھے۔

ابن حزمؒ، صحیح مسلم کی مذکورہ حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس روایت کے موضوع ہونے میں کوئی شک وشبہ ہی نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام حبیبہؓ سے اس وقت نکاح کیا تھا جب وہ فتح مکہ سے پہلے حبشہ میں تھی اور اس وقت ابو سفیان مسلمان ہی نہیں ہوئے تھے اور وہ اس وقت مکہ میں تھے۔ اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ سے اگر کوئی عہدہ یا ذمہ داری خود مانگتا تھا تو آپ ان سے انکار کرتے تھے، جبکہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے اگر وہ طلب نہ کرتے تو پھر آپ ﷺ عنایت نہ کرتے۔ اس وجہ سے عکرمہ بن عمار کا جھوٹا ہونا واضح ہوتا ہے، اس لیے یہ ممکن ہے کہ اس روایت کو عکرمہ بن عمار نے خود وضع کی ہوگی یا پھر کسی اور جھوٹے انسان سے اس کو روایت کیا ہو گا۔[12]

ابن الجوزیؒ اپنی کتاب "کشف المشکل من حدیث الصحیحین" میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں" اس حدیث میں راویوں میں کسی راوی سے وھم کے ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اس سلسلے میں حدیث کے راوی عکرمہ بن عمار کے بارے میں شک کیا گیا ہے، کیونکہ یحیی ابن سعید نے انکی احادیث کو ضعیف شمار کیا ہے۔ اس وجہ سے امام بخاریؒ نے بھی ان سے روایت نہیں لی ہے۔ البتہ امام مسلم کا ان سے روایت لینے کی وجہ یحیی بن معین کا عکرمہ بن عمار کو ثقہ قرار دینا ہے۔ ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے حدیث میں جو وھم ہونے کو بیان کیا ہے وہ اس وجہ سے کہ اہل تاریخ کے نزدیک ام حبیبہؓ پہلے عبد اللہ بن جحش کے نکاح میں تھی آپ کے ہاں بیٹا ہوا ان کو اپنے ساتھ حبشہ ہجرت کر کے لے گئی۔ پھر رسول اللہ نے آپ سے ساتویں ہجری میں نکاح کیا۔ جبکہ ابو سفیان فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے۔[13]

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بھی ان میں سے ایک ہے جس پر علماء نے اعتراضات کئے ہیں، اعتراض کی بنیاد یہ ہے کہ ابو سفیان فتح مکہ کے وقت 8 ہجری مین مسلمان ہوئے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے ام حبیبہؓ سے فتح مکہ سے پہلے نکاح کیا تھا۔ جمہور علماء کے نزدیک چھ ہجری میں جبکہ بعض کے نزدیک سات ہجری میں۔ امام نوویؒ بھی ابن حزم کی طرف سے کئے گئے اعتراض کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ کہ ابن الصلاح نے ابن حزم کی بات کو بہت سختی کیساتھ رد کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ روایت کے فتح مکہ سے پہلے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نکاح والی روایت کے مخالف ہونے کی بنیاد پر عکرمہ کی طرف ابن حزم نے جو وہم کی نسبت کی ہے اس میں انکو غلطی لگی ہے اور غفلت میں پڑے ہیں۔ اس لئے کہ اس بات کا احتمال موجود ہے کہ ابوسفیان نے بیٹی (ام حبیبہ رضی اللہ) کے ان کی رضامندی کے بغیر نکاح کرنے کو اپنی سرداری اور نسب میں نقص خیال کرتے ہوئے تجدید نکاح کی بات کی ہو، اور یا ان کا یہ خیال ہو کہ باپ کے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے بھی اس طرح کے معاملے میں تجدید نکاح کی ضرورت پڑتی ہے۔[14]

صلاح الدین الدمشقی اپنی کتاب "التنبیهات المجملہ علی المواضع المشکلہ" میں اس حدیث پر ابن حزم کی طرف سے کئے گئے اعتراض کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں، کہ علماء کی ایک جماعت نے اعتراض کا جواب ابو سفیان کے قول کی تاویل بیان کرتے دیا ہے، ان کے نزدیک ابو سفیان کے نکاح کرنے سے مراد تجدید عقد نکاح ہے نئے سرے سے نکاح کرنا مراد نہیں۔ وہ اس وجہ سے کہ ابوسفیان کبھی رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر انکی بیٹی سے بغیر انکی (ابوسفیان) رضامندی کے نکاح کرنے کی وجہ سے ناگواری کے اثرات دیکھتے تھے۔ یا آپ نے اس وجہ سے دوبارہ نکاح کا کہا کہ باپ کے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے بھی اس طرح کے معاملے میں تجدید نکاح کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ بات انکو معلوم نہ ہو۔[15]

حدیث 2-حدثنا حذيفة بن اليمان، قال: ما منعني أن أشهد بدرا إلا أني خرجت أنا وأبي حسيل، قال: فأخذنا كفار قريش، قالوا: إنكم تريدون محمدا، فقلنا: ما نريده، ما نريد إلا المدينة، فأخذوا منا عهد الله وميثاقه لننصرفن إلى المدينة، ولا نقاتل معه، فأتينا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأخبرناه الخبر، فقال: انصرفا، نفي لهم بعهدهم، ونستعين الله عليهم.[16]

حضرت حذیفہ رضی اللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ مجھے (غزوہ) بدر میں شریک ہونے سے کسی چیز نے نہیں روکا مگر یہ کہ میں اپنے باپ حسیل کے ساتھ نکلا تو ہمیں کفار قریش نے پکڑا اور کہا کہ آپ لوگ محمد ﷺ کے پاس جانا چاہتے ہو، ہم نے کہا کہ نہیں بلکہ ہم تو مدینہ جانا چاہتے ہیں۔ پھر انہوں نے ہم سے اللہ کے نام کیساتھ عہد لیا اور اقرار لیا ہم مدینہ جائیں گے اور آپ ﷺ کے ساتھ ہو کر نہیں لڑیں گے۔ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے حضور میں حاضر ہوئے تو ہم نے اپنا واقعہ بیان کیا اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپ لوگ مدینے چلے جاؤ ہم انکا عہد پورا کریں گے اور اللہ تعالی سے ان کے خلاف مدد طلب کریں گے۔

ابن حزم حدیث کے بارے لکھتے ہیں کہ حضرت حذیفہ والی حدیث کو جب ہم نے دیکھا تو اسکو ساقط اور ترک کرنے والا پایا، اسکی سند صحیح نہیں کیونکہ اگر شعبہ کے واسطے سے ہے تو پھر یہ مرسل ہے اور مرسل قابل دلیل نہیں اور اگر دوسرے طریق سے ہے تو اس سند میں ولید بن جمیع ساقط اور ترک شدہ ہیں، اسکے علاوہ روایت میں جھوٹ واضح اور یقینی ہے کیونکہ حذیفہ مدینے کے رہنے والے ہیں وہ اور اسکے والد اس وقت عبد الاشھل انصاری کے حلیف تھے۔ اس لئے انکو رسول اللہ ﷺ تک پہنچنے کے لیے قریش میں سے گزرنا نہیں پڑتا تھا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ تک مدینے کا جو راستہ تھا جب وہ بدر کے لیے نکلے تو وہ پیچھے تھا بخلاف قریش کے راستے کے جو مکہ سے بدر تک کا ہے۔ یعنی اگر وہ مدینے سے بدر کی طرف جائیں تو راستے میں کفار مکہ کا آنا نہ ممکن ہے کیونکہ بدر مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ لہذا (ابن حزم کے نزدیک) اس روایت کا جھوٹا ہونا یقینی ہے۔[17]

امام نوویؒ حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ اس حدیث سے عہد کو پورا کرنا ثابت ہوتا ہے لیکن یہ پورا کرنا واجب نہیں کیونکہ امام کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے کو ترک کرنے کی صورت میں عہد وفا کو پورا کرنا لازم نہیں ہوتا، لیکن یہاں پر رسول اللہ ﷺ نے پھر بھی اپنی ساتھیوں کو دوسروں کے ساتھ کئے گئے وعدوں کو پورا کرنا کا حکم دیا تاکہ کوئی یہ اعتراض نہ کرے کہ آپ ﷺ کے اصحاب تو عہد کی وفاداری نہیں کرتے۔[18]

مذکورہ حدیث کو ابن حزم نے دو وجہ سے رد کیا ہے۔ پہلے سند کے اعتبار سے کیونکہ انکے نزدیک اگر یہ شعبہ کے طریق سے لیاجائے تو وہ مرسل اور مرسل قابل قبول نہیں اور اگر دوسرے طریق کو لیاجائے تو اس میں ولید بن جمیع متروک ہیں اسکے علاوہ حضرت حذیفہ اور انکے والد کے اصلاً مدنی ہونے کیوجہ سے، کیونکہ اہل مدینہ والوں کے لئے بدر میں شریک ہونے کے لئے اہل مکہ کا راستے میں آنا ممکن نہیں کیونکہ بدر جاتے وقت مکہ نہیں آتا بلکہ پہلے بدر کا مقام آتا ہے لہذا یہ کیسا ممکن ہے کہ انکو بدر جاتے وقت اہل مکہ نے روکا ہو۔

ابن حزم کا ولید بن جمیع کو ضعیف قرار دینا اور اسکی وجہ سے حدیث کو ترک کرنا درست نہیں کیونکہ اگرچہ بعض علماء نے ولید بن جمیع کو ضعیف شمار کیا ہے لیکن اکثر علماء نے ولید بن جمیع کو ثقہ قرار دیا ہے مثلاً یحیی ابن معین نے انکو ثقہ کہا ہے۔[19] بعض علماء نے ولید بن جمیع کے بارے میں لکھا ہے "لیس بہ باس" بعض نے "صالح الحدیث" کے الفاظ استعمال کئے، بعض نے ثقہ قرار دیا ہے اور بعض نے "لاباس" کے الفاظ سے موصوف کیا ہے۔[20] ابن حبان نے بھی اپنی کتاب "ثقات" میں آپ کو ذکر کیا ہے۔[21] امام احمدؒ نے بھی ان سے روایت لینے میں حرج کے نہ ہونے کو بیان کیا ہے۔[22]

ابن حزم کا روایت کو اس وجہ سے بھی ضعیف اور جھوٹا قرار دینا درست نہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ اور انکے والد مدنی ہیں لہذا انکو بدر میں شرکت کرنے سے اہل مکہ نے کیسے روکا۔ اس کا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ممکن ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ اور انکے والد کسی کام سے اس طرف گئے ہوں اور واپسی پر کفار مکہ کے لشکر نے انکو روکا ہو، لہذا اس احتمال کے ہوتے ہوئے صحیح حدیث کو ضعیف اور جھوٹا قرار دینا درست نہیں۔

حدیث 3-حدثنا أبو الطفيل، قال: كان بين رجل من أهل العقبة؟ وبين حذيفة بعض ما يكون بين الناس، فقال: أنشدك بالله كم كان أصحاب العقبة؟ قال فقال له القوم: أخبره إذ سألك، قال: كنا نخبر أنهم أربعة عشر، فإن كنت منهم فقد كان القوم خمسة عشر، وأشهد بالله أن اثني عشر منهم حرب لله ولرسوله في الحياة الدنيا ويوم يقوم الأشهاد، وعذر ثلاثة، قالوا: ما سمعنا منادي رسول الله صلى الله عليه

وسلم ولا علمنا بما أراد القوم، وقد كان في حرة فمشى فقال: إن الماء قليل، فلا يسبقني إليه أحد فوجد قوما قد سبقوه، فلعنهم يومئذ.[23]

الولید بن جمیع، ابو الطفیل سے روایت کرتے ہیں کہ عقبہ کے لوگوں میں سے ایک آدمی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے درمیان کسی بات پر جھگڑا تھا جیسے عام لوگوں میں ہوتا ہے۔ اس شخص نے کہا: میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ اصحاب عقبہ کتنے لوگ تھے؟ لوگوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا: کہ جب وہ پوچھتا ہے تو پھر بتادو۔ اس پر انہوں نے کہا: ہم کو خبر دی جاتی تھی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) کہ وہ 14 آدمی ہیں اگر آپ بھی ان میں سے ہے تو پھر وہ پندرہ ہیں اور میں ق اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان میں سے بارہ (12) تو اللہ اور رسول کے دنیا و آخرت میں دشمن ہیں اور باقی تینوں نے یہ عذر کیا اور کہا کہ ہم نے تو رسول اللہ ﷺ کے منادی کی آواز نہیں سنی (کہ عقبہ کے راستے سے نہ آؤ) اور نہ اس قوم کے ارادہ کی ہمیں خبر تھی اور اس وقت (رسول اللہ ﷺ سنگرستان (سنگریزی زمین) میں تھے پھر چلے اور فرمایا: کہ پانی تھوڑا ہونے کیوجہ سے مجھ سے پہلے کوئی آدمی پانی پر نہ جائے۔ (لیکن جب آپ ﷺ وہاں تشریف لے گئے) تو کچھ بندوں کو وہاں پایا جو ان سے پہلے وہاں پہنچ چکے تھے آپ ﷺ اس دن نے ان پر لعنت فرمائی۔

مذکورہ حدیث کے بارے میں ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ کی یہ حدیث ساقط ہے کیونکہ یہ الولید بن جمیع کے طریق سے ہے، اور وہ تو ہلاک کرنے والے ہیں اور ہم نہیں جانتے کہ حدیث کس نے وضع کی ہے کیونکہ وہ بعض ایسی احادیث بھی روایت کرتے ہیں کہ جس میں حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، طلحہؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ جیسے صحابہ نے بھی رسول اللہ ﷺ کے قتل کا ارادہ کیا تھا اور آپ ﷺ کو غزوہ تبوک میں کسی گھاٹی سے گرانے کا ارادہ کیا تھا حالانکہ یہ سب موضوع اور جھوٹی خبریں ہیں۔[24]

امام نوویؒ حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ روایت میں مذکور عقبہ (گھاٹی) سے مراد وہ مشہور گھاٹی نہیں ہے جس پر انصار سے بیعت لی گئی تھی بلکہ اس سے مراد غزوہ تبوک کے راستے میں آنے والی گھاٹی ہے جہاں پر

منافقین کا ایک گروپ جمع ہوا تھا اور وہ رسول اللہ ﷺ کو دھوکہ دہی کے ساتھ قتل کرنا چاہ رہے تھے لیکن اللہ نے اپنے فضل سے رسول اللہ کو ان کے شر سے بچایا۔[25]

ابن حزمؒ کا حدیث کو الولید بن جمیع کی وجہ سے ساقط قرار دینا اور جھوٹ قرار دینا درست نہیں کیونکہ الولید بن جمیع راوی کے بارے میں اگرچہ بعض علماء نے جرح کے الفاظ استعمال کیے ہیں لیکن اکثر محدثین کے نزدیک وہ ثقہ راوی ہیں۔ اس کے علاوہ ابن حزمؒ کا یہ کہنا کہ الوالید بن جمیع نے غزوہ تبوک کے راستے میں عقبہ والی قصہ میں ملوث لوگوں میں حضرت ابو بکر، عمر، عثمان، سعد بن وقاص رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ کرام کو بھی شامل کیا ہے۔ ہماری تحقیق کی حد تک الولید بن جمیع سے ایسی کوئی روایت منقول نہیں جس میں انہوں نے ان صحابہ کرام کو شامل کیا ہو۔

حديث 4. عن جابر، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قدم من سفر، فلما كان قرب المدينة هاجت ريح شديدة تكاد أن تدفن الراكب فزعم، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: «بعثت هذه الريح لموت منافق» فلما قدم المدينة، فإذا منافق عظيم من المنافقين قد مات.[26]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے واپس آتے وقت جب مدینہ کے قریب پہنچے تو ایسی تیز ہوا چلی کہ سوار زمین میں دفن ہونے کے قریب ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ ہوا کسی منافق کے مرنے کے لیے چلی ہے، پھر جب آپ ﷺ مدینہ پہنچے تو منافقین میں سے ایک بڑا منافق مر چکا تھا۔

اس روایت کے بارے میں ابن حزم فرماتے ہیں کہ روایت کے راویوں میں سے ابو سفیان طلحہ بن نافع ضعیف ہے، اس وجہ سے مذکورہ روایت قابل حجت نہیں۔[27]

ابن حزم کا اس روایت کے راویوں میں سے ابو سفیان طلحہ بن نافع کو ضعیف قرار دینا اور اسکی وجہ سے حدیث قبول نہ کرنا درست نہیں کیونکہ ابو سفیان طلحہ بن نافع اکثر محدثین اور ائمہ کے نزدیک ثقہ اور صالح الحدیث ہیں۔[28]

امام احمد ابوسفیان کے بارے میں فرماتے ہیں "لیس بہ باس"۔[29]

ابوزرعہ نے بھی انکو ثقہ قرار دیا ہے۔[30]

علماء اور محدثین کی ابوسفیان کے بارے میں اقوال اور آراء کو دیکھتے ہوئے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ابوسفیان بن طلحہ ثقہ راوی ہیں۔لہذا کسی شبہ کی بناء پر انکو ضعیف قرار دینا ناانصافی ہے۔اس قسم کی شبہات کیوجہ سے کسی حدیث کو رد نہیں کیا جاسکتا ہے، اس لئے صحیح مسلم کی مذکورہ حدیث اپنی جگہ پر درست اور صحیح ہے۔

حديث 5. عن جابر، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تذبحوا إلا مسنة، إلا أن يعسر عليكم، فتذبحوا جذعة من الضأن.[31]

حضرت جابر رضی اللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صرف مسنہ ہی ذبح کرو، مگر یہ کہ آپ لوگوں کے لئے مشکل ہو یعنی مسنہ نہ ملے تو پھر بھیڑ کا جذعہ ذبح کرو۔

ابن حزمؒ مذکورہ حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں، کہ یہ حدیث ہمارے لئے حجت نہیں کیونکہ اس روایت کے راویوں میں سے ابوالزبیر مدلس ہیں۔کیونکہ انہوں نے یہ حدیث حضرت جابر سے نہیں سنی ہے اور ان سے منقول روایات میں سے کسی میں بھی سماع کی تصریح نہیں کی ہے۔ اس کے علاوہ وہ اس بات کا اقرار بھی کر چکے ہیں۔[32]

ابن حزم نے مذکورہ حدیث کو ابوالزبیر محمد بن مسلم المکی کی وجہ سے ضعیف شمار کیا ہے،حالانکہ ابوالزبیر کو علماء نے الحافظ ،المکثر الصادق اور ثقہ جیسے القابات سے مخاطب کیا ہے چنانچہ ابن معین اور امام نسائی نے انکو ثقہ شمار کیا ہے۔[33] ابوزرعۃ اور ابن ابی حاتم لکھتے ہیں کہ "لایحتج بہ" اس کے علاوہ بعض علماء نے انکو مدلسین میں بھی شمار کیا ہے ان کے نزدیک اگر سماع کی تصریح کریں تو پھر اسکی روایات قابل حجت ہیں۔اس کے علاوہ امام بخاریؒ نے بھی آپ سے احادیث نقل کیے ہیں۔[34] اس کے علاوہ مذکورہ حدیث کو ابو داؤد[35] نے امام نسائی[36] نے ابن ماجہ [37] نے ابن حزیم[38] ہ نے اور اسی طرح دیگر محدثین نے بھی اس سند کے ساتھ حدیث روایت کی ہے۔ہماری تحقیق کی حد تک کسی

عالم نے مذکورہ حدیث کو ابو الزبیر کی وجہ سے ضعیف شمار نہیں کیا ہے، ابن حزمؒ نے ابو الزبیرؒ کے مدلس ہونے کی وجہ سے حدیث کو رد کیا ہے، حالانکہ علماء کے نزدیک ابو الزبیر ثقہ راوی ہیں۔ لہذا صحیح حدیث کو ضعیف قرار دے کر رد کرنا درست نہیں۔

حديث 6: عن ميمون بن مهران عن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن كل ذي ناب من السباع، وعن كل ذي مخلب من الطير.[39]

ابن عباس رضی اللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے چیر پھاڑ کر کھانے والے درندے اور پنجے کے ساتھ شکار کرنے والے پرندوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔

ابن حزمؒ مذکورہ روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں انقطاع ہے کیونکہ میمون بن مہران نے اس روایت کو ابن عباس رضی اللہ سے بلا واسطہ نہیں لیا ہے بلکہ آپ نے سعید بن جبیر کے طریق سے اس کو لیا ہے۔ جبکہ یہاں پر انہوں نے سعید بن جبیر حذف کر کے ابن عباسؓ سے بلا واسطہ نقل کیا ہے۔ لہذا سند حدیث میں انقطاع کی صورت میں حدیث قابل حجت نہیں ہو سکتی۔[40]

مذکورہ حدیث کی دیگر طریقوں اور سندوں کو دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ بعض سندوں میں ابن عباس رضی اللہ سے مذکورہ حدیث میمون بن مہران نے بلا کسی واسطہ کے نقل کیا ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں آیا ہے۔ اس کے علاوہ بعض روایات میں میمون بن مہران نے سعید بن جبیرؒ کے طریق سے ابن عباس سے نقل کیا ہے۔[41] اس سے معلوم ہوا کہ جن روایات میں سعید بن جبیرؒ کا نام محذوف ہے ان روایات میں کسی راوی سے وہم ہوا ہے۔ لیکن اس جیسے اوہام کی وجہ سے کسی صحیح حدیث کو مطلقا رد نہیں کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ محذوف شدہ راوی ثقہ بھی ہو۔ لہذا حدیث اپنی جگہ پر درست ہے۔

خلاصۃ البحث

اس میں کوئی شک نہیں کہ کتب حدیث میں صحیح مسلم کو ایک امتیازی مقام حاصل ہے لیکن پھر بھی ایک انسان ہونے کے ناطے وہ بھی خطاء اور نسیان سے محفوظ نہیں۔ کیونکہ معصوم صرف انبیاء کرام ہی ہیں البتہ یہ اور بات ہے کہ خطاء کے صدور ہونے کے معاملے میں انسانوں کے درمیان فرق ضرور ہے، کسی سے خطاء کا صدور زیادہ تو کسی سے کم۔ اس لئے یہ کہنا درست نہیں کہ امام مسلمؒ سے خطاء اور نسیان نہیں ہو سکتا البتہ یہ کہنا بجانہ ہو گا کہ دوسرے محدثین کے مقابلے میں آپ سے غلطیاں کم ہوئی ہونگی۔ اس وجہ سے تو اہل علم حضرات نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری کے بعد صحیح اور معتبر کتاب کے طور پر قبول فرمایا۔ لیکن دوسری طرف اور بھی علماء کرام موجود ہیں جو حدیث کے میدان میں اپنی شناخت اور مقام کے حامل ہیں۔ انکی بھی اپنی تحقیق ہوتی ہے جس کی بناء پر وہ کسی حدیث کے صحیح اور ضعیف ہونے کا حکم لگاتے ہیں البتہ یہ اور بات ہے کہ وہ لوگ اپنی تحقیق میں کس حد درست ہوتے ہیں۔ کیونکہ حدیث کا موضوع بہت وسیع اور گہرے سمندر کی مانند ہے۔ اس میں تحقیق اور تنقیح کے دروزے بند نہیں ہوئے ہیں۔ ابن حزمؒ کی طرف سے صحیح مسلم کی جن احادیث پر اعتراضات ہوئے ہیں ان کے بارے میں انکے اعتراضات اور انکی طرف سے پیش کئے گئے دلائل کو اور اسی طرح علماء کی طرف سے ذکر کئے گئے جوابات اور تاویلات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ابن حزمؒ کی ذکر کردہ اعتراضات پہلی نظر میں صحیح اور قوی معلوم ہوتے ہیں لیکن دوسرے علماء کے طرف سے ذکر کئے گئے جوابات کو دیکھنے کے بات وہ اعتراضات ایک حد تک ختم بھی ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ کسی راوی کے بارے میں جب اہل علم کا اختلاف ہو تو بعض کے قول کو بنیاد بناء کر اسکی روایت کو سرے سے رد کرنا درست معلوم نہیں ہوتا البتہ اس میں شبہ کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن دوسری طرف امام مسلمؒ خود بھی جرح والتعدیل کے اماموں میں سے ہیں انہوں نے اگر کسی سے کوئی حدیث نقل کی ہو گی تو غالب گمان یہی ہے کہ ضرور اسکے بارے میں انکو علم ہو گا۔ کیونکہ ایک بڑے عالم کے بارے میں ایسا گمان نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کسی ضعیف راوی سے روایت نقل کرے۔ اوپر ذکر کئے گئے احادیث میں سے صرف پہلے حدیث کے بارے میں ابن حزمؒ کے اعتراضات اپنی جگہ درست معلوم ہوتے ہیں۔ اس میں کسی راوی سے وہم ہونے کا قوی امکان موجود ہے۔ جیسا کہ بعض دیگر علماء نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ دیگر روایات کے بارے میں کلی طور پر یہ حکم لگانا کہ یہ ضعیف ہیں درست نہیں۔

مصادر و مراجع

[1] المنہاج شرح صحیح مسلم، امام نووی، مقدمۃ، مکتبہ احیاالتراث، بیروت، ۱۳۹۲ھ۔ ج، ۱ص، ۱۴۔

Al-Minhaj Sharh Sahih Muslim, Imam Navavi, Muqaddema, Maktaba Ihya utturas, Beytut, Jild, 1, Safha, 14.

[2] مجموعۃ الفتاوی، ابن تیمیۃ، تحقیق عبدالرحمن بن محمد، مدینۃ المنورۃ۔ ج،۱۸ص،۷۵۔

Majmuat ul Fatawa, Ibn Teymiya, Tahqiq, Abdurrahman bin Muhammad, Madina, jild,18, Safha, 75.

[3] عمدۃ القاری، بدرالدین العینی، مکتبہ احیاء التراث، لبنان، کتاب الاِیمان، ج،۱ص،۵

Umdatua al-Qari, Badruddun Ayni, Maktaba Ihya ut turas, Lubnan, kitabul Iman, jild, 1, Safha, 5.

[4] نیل الأوطار، محمد بن الشوکانی، تحقیق عصام الدین، دارلحدیث مصر،۱۴۱۳ھ، مقدمۃ ج، ۱ص، ۲۲

Neylul Awtar, Muhammad bin Shawkani, Thahqiq, Isamuddin, Maktaba Darul Hadees, Misar, 1413 hijri, Muqaddema.

[5] تذکرہ الحفاظ، شمس الدین الذھبی، مکتبہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ، ج،۳ص، ۲۲۷۔

Tazkirul Huffaz, Shamsuddin az Zahabi, Maktaba Darul Ilmiyya, Beyrut, 1419 hijri, kild, 3, Safha, 227.

[6] سیر أعلام النبلاء، شمس الدین الذھبی، مکتبہ دارلحدیث، قاہرہ، ۱۴۲۷ھ، مادۃ ابن حزم، ۱۳/ ۳۸۰۔

Siyar Aalmunubla, Shamsuddin az Zahabi, Maktaba Darul Hadees, kahira, Mada Ibn Hazm, jild, 13, Safha, 380

[7] ابن خلکان، شمس الدین احمد بن محمد، تاریخ ابن خلکان (وفیات الاعیان و ابناء الزمان)، ج، 1، ص، 370۔

Ibn Halkan, Shamsuddin Ahmed bin Muhammad, Tarih ibn Halkan, jild, 1, Safha, 370.

[8] ابن حجر، لسان المیزان، تحقیق دائرہ المعرف النظامیہ، الہند، مکتبہ، بیروت، لبنان، ج،4، ص،198۔

Ibn Hajr, Lisanul Meezan, Tahqiq, Dairul Maaruf antizamiyya, maktba, al-Hind, beyrut, Labnan, jild, 4, Safha, 198.

[9] ابن حجر، لسان المیزان، ج،4، ص،199۔

Ibn Hajr, Lisanul Meezan, jild, 4, Safha, 199.

[10] ابن حجر، لسان المیزان، ج،4، ص،201.

Ibn Hajr, Lisanul Meezan, jild, 4, Safha, 201.

[11] صحیح مسلم. کتاب فضائل الصحابۃ، امام مسلم، دار احیاء التراث، بیروت، رقم الحدیث, 2501, وقد أخرجہ, المعجم الکبیر للطبرانی, تحقیق، حمدی بن عبد المجید، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ، ج,12, ص,122, رقم الحدیث,12885, والسنن الکبری للبیھقی, ج,7,226, رقم الحدیث,13800.

Sahih Muslim, Kitab Fadai al-Sahaba, Imam Muslim, Dar Ihya ut Turas, Beyrut, Raqmul Hadees, 2501.

[12] ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد، الاحکام فی اصول الاحکام، تحقیق، احمد محمد شاکر، دار افاق الجدیدہ، بیروت، ج، 1 ص، 149

Ibn Hazm, Abu Muahmmad Ali bin Ahmed, Al-ahkam fi Usul Alhkam, Tahqiq, Ahmed Muahmmad Shakir, Dare Afaq aljadeed, Beyrut.HJild, 1, Safha, 149.

[13] ابن الجوزی، جمال الدین ابو الفرج، کشف المشکل من حدیث الصحیحین، تحقیق، علی حسین البواب، مکتبہ دار الوطن، الریاض، ج،2 ص،462.

Ibn Al-Jawzi, Jamaluddin, Kashful Mushkil, Tahqiq, Ali Huseyn, Maktaba, Darul Want, Riyaz, jild, 2, Safha, 462.

[14] امام نووی، شرح صحیح مسلم، ج،16، ص،62۔

Imam Navavi, Sharh Sahih Muslim, jild,16, Safha, 62.

[15] صلاح الدین الدمشقی، التنبیھات المجملۃ علی المواضع المشکلۃ، ج، 1 ص، 72۔

Salahuddin ad Demashqi, Al-Tanbihat almujmila al-almaza, jild, 1,Safha, 72.

[16] صحیح مسلم. کتاب الجھاد والسیر. رقم الحدیث,1787, وقد أخرجہ ابن أبی شیبہ فی مصنفہ, ج,7, ص,363, رقم الحدیث,36714.

Sahih Muslim, Kitab al-Jihad, raqmul Hadees, 1787.

[17] ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام، ج، 5، ص،22-23۔

Ibn Hazm, Abu Muahmmad Ali bin Ahmed, Al-ahkam fi Usul Alhkam, jild, 5, Safha, 22-23.

[18] النووی، شرح صحیح مسلم، ج12، ص،144۔

Imam Navavi, Sharh Sahih Muslim, jild,12, Safha, 144.

[19] دیکھئے: ابن معین، ابو زکریا یحیی بن معین، تاریخ ابن معین، الناشر، مجمع اللغہ العربیہ، دمشق، 1405، ج، 1، ص، 97۔

Ibn Moeen, Abu Zakariya, Tarih Ibn Moeen, Nasher, Majma al-Lugatil Arabiye, Demashq, 1405, jild, 1, Safha, 97.

[20] مزید تفصیل کیلئے دیکھیے: ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج، 9 ص، 8۔

Ibn Abi Hatim, Al-Jerh we Tadeel, jild, 9, Safha, 8.

[21] ابن حبان، ثقات، دائرہ المعارف، حیدر آباد، دکن، ۱۳۹۳ھ، ج،5 ص 98۔

Ibn Hibban, Siqat, Dairat al-Maarif, Haydarabad, Dakan, jild, 5, Safha, 98.

[22] دیکھئے: ابن شاھین، ابو حفص عمر بن احمد، تاریخ اسماء الثقات، تحقیق صبحی السامرائی، الدار السلفیہ، الکویت، ج، ص، 245۔ اس کے علاوہ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: امام ذھبی، میزان الاعتدال، ج4، ص، 337۔

Ibn Shaheen, Abu Hafs Omer bn Ahmed, Tarih Asma alSiqat, Tahqiq, Subhi As Sameri, Dar al – Salfiyya, jild, 1, Safha, 245.

[23] صحیح مسلم, کتاب صفات المنافقین, رقم الحدیث, 2779, وقد أخرجه البیهقي في السنن الکبری, ج, 18, ص, 113, رقم الحدیث, 17926, ومسند الإمام أحمد بن حنبل, ج, 38, ص, 346, رقم الحدیث, 23321.

Sahih Muslim, Kitab Sifat al-Munafeqeen, raqmul Hadees, 2779.

[24] ۔ ابن حزم، المحلی، دار الفکر، بیروت، ج، 12 ص، 160۔

Ibn hazm, Al-Muahalla, Dar-al-Fikr, Beyrut, jild, 12, Safha, 160.

[25] النووي شرح صحیح مسلم، ج، 17، ص، 125۔

Anavavi Sharh Sahih Muslim, jild,17, Safha, 125.

[26] صحیح مسلم. کتاب صفات المنافقین, رقم الحدیث, 2782.

Sahih Muslim, Kitab al-Sifat al-Munafeqeen, Raqm al-Hadees, 2782.

[27] ابن حزم، المحلی، ج، 12، ص، 160۔

Ibn hazm, Al-Muahalla, jild, 12, Safha, 160.

[28] تفصیل کیلئے دیکھئے: ابن ابی حاتم الرازي، الجرح والتعدیل، حیدر آباد، الہند، ۱۳۷۱ھ۔، ج4، ص، 475۔

Ibn Abi Hatim, Al-Jerh we Tadeel, jild, 4, Safha, 475.

[29] ابن شاھین، الثقات، باب الطاء، ج1، ص 121۔

Ibn Shaheen, As-Siqaat, Bab Al-Taa, jild, 1, S.121.

[30] علامہ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج5، ص 293۔

Allama, Zahabi, Siyer aalam al-Nubala, jild, 5, S. 292.

[31] صحیح مسلم, کتاب الصید والذبائح, رقم الحدیث, 1963, وقد أخرجه أبي داود في سننه, باب ما یجوز من السن في الضحایا, رقم الحدیث, 2797, سنن النسائي, المسنة والجذعة, رقم الحدیث, 4378.

Sahih Muslim, Kitab al-Sayd, Raqm al-hadees, 1963.

[32] ابن حزم، المحلی، ج، 6، ص، 20۔

Ibn Hazm, Al-Muahalla, jild, 6, S. 20.

[33] الذھبی، تذکرۃ الحفاظ، ج 1، ص، 95۔

Az-Zahabi, Tazkiratu al-Huffaz, jild, 1, Safha, 95.

[34] دیکھئے: الذھبی، تذکرۃ الحفاظ، مکتبہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ، ج، 1، ص 95۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: ابن ابی حاتم، الجرح التعدیل، ج 1، ص 151۔

Az-Zahabi, Tazkiratu al-Huffaz, Maktabm Dar al- Ilmiyya, Beyrut, jild, 1, Safha, 95.

[35] سنن ابی داؤد، باب مایجوز من السن فی الضحایا ج، 2، ص 95۔

Sunan Abi Davud, Bab ma yajuzu min al-Sine fi al-Zahaya, jild, 2, Safha, 95.

[36] سنن النسائی، باب المسنہ والجذعۃ، ج، 7، ص، 218۔

Sunan al-Nisai, Bab al-musenna wa al-Jizaa, jild, 7, S. 218.

[37] سنن ابن ماجہ، باب ماتجزء من الاضاحی، ج، 2، ص 1049۔

Sunan Ibn Majah, Bab ma tajzea man alizahi, jild, 2, S. 1049.

[38] صحیح ابن حزیمہ، تحقیق محمد مصطفی الأعظمی، بیروت، ج، 4، ص 294۔

Sahih Ibn Huzeyma, Tahqeeq, Muhammad Mustafa al-azami, Beyrut, jild, 4, S. 294.

[39] صحیح مسلم, کتاب الصید والذبائح, رقم الحدیث, 1934, وقد أخرجہ, مصنف ابن أبی شیبہ, ج, 4, ص, 258, رقم الحدیث, 19868, والمعجم الکبیر الطبرانی, ج, 22, ص, رقم الحدیث, 553.

Sahih Muslim, Kitab al-Sayde wa al-Zebayeh, raqm al-Hadees, 1934.

[40] ابن حزم، المحلی، ج، 6، ص، 75۔

Ibn Hazm, al-Muhalla, jild, 6, S. 75.

[41] دیکھئے: سنن النسائی، باب اباحہ اکل لحم الدجاج، رقم الحدیث، 4348، سنن ابن ماجہ، باب اکل ذی ناب، رقم الحدیث، 3234، مسند احمد، مسند عبد اللہ ابن عباس، رقم الحدیث، 3141۔

Sunan al-Nesai, Bab Ibahatu akle lahme al-Dejaja, Raqm al-Hadess, 4348, Sunan Ibn Majah, bab, Akle Zi Nab, Raqm, al-hadees, 3234, Musnad Ahmed, Musned-e Ibn Abbas, Raqm al-hadees, 3141.